نعت

پروفیسر قاری عبدالرحمن ، جبلِ رحمت سکھر

زہے قسمت اگر اک سجدہ میں نے بھی کیا ہوتا

مرے ساقی اگر اِک جُرعہ تونے بھی پیا ہوتا
مرا چاک گریباں اپنے ہاتھوں سے سیا ہوتا
اگر درِ محبت کی کسک تجھ کو بھی مل جاتی
قفس میں بیٹھ کر بھی آشیانے کا مزا ہوتا
تری مے نے شعورِ آدمیت کھو دیا میرا
ارے ظالم، مرے کاسے میں زم زم بھر دیا ہوتا
اگر اے بادلو، سوئے حرم چلنے کے موسم میں
مجھ ایسے ناتواں بے بال و پر کو سنگ لیا ہوتا
مرے آنسو اگر بارش کے قطروں میں ملے ہوتے
غلافِ کعبہ اور میزابِ رحمت تر کیا ہوتا
طواف و استلامِ حجرِ اسود میں بھی کر لیتا
چمٹ کر مُلتزم سے داغِ عصیاں دھولیا ہوتا
رسول اللہ کی سنت مقامِ ابراھیمی پر
زہے قسمت اگر اک سجدہ میں نے بھی کیا ہوتا
صفا مروہ پہ چلتا امِّ اسماعیل کی سنّت
مری آنکھوں کی ٹھنڈک نقشِ پائے ہاجرہ ہوتا
مرے اعمال نامہ کی سیاہی دھل گئی ہوتی
اگر آنکھوں سے سیلاب ندامت بہ گیا ہوتا

پروفیسر خالد شبیر احمد

قلب روشن از خیالِ گنبد خضریٰ ہوا
جب سے فیضانِ جمالِ گنبد خضریٰ ہوا
حسنِ اعجازِ محمد سے ہیں روشن صحن و بام
نور افشاں خوش خصالِ گنبد خضریٰ ہوا
میں غزل گو ان دنوں حلقہ بگوشِ نعت ہوں
مجھ پہ یوں فیضِ کمالِ گنبد خضریٰ ہوا
گنبد خضریٰ پہ رقصاں نور کا زریں غلاف
برتر از ہر خط وخالِ گنبد خضریٰ ہوا
نعت گوئی سے میرا یہ فکرو فن کا سلسلہ
مخزنِ جاہ و جمالِ گنبد خضریٰ ہوا
وہ ہے یکتا، لاجواب و بےمثال و لازوال
منفرد ہر اک کمالِ گنبد خضریٰ ہوا
اُس کی قربت سے رگوں میں دوڑتی ہے زندگی
ہجر مجھ کو انفصالِ گنبد خضریٰ ہوا
ہاں ہوس کی اس تپش میں میرا ذوقِ نعت ہی
مرکزِ شوقِ وصالِ گنبد خضریٰ ہوا
اک نگاہِ عاجزی سے پیاس میری بجھ گئی
زمزم و کوثر زُلالِ گنبد خضریٰ ہوا
جگمگا اٹھے میرے قلب و جگر کے سب اُطاق
مضطرب پہ یوں نوالِ گنبد خضریٰ ہوا
اب یہاں پر آئے ہو کس منہ سے دوں گا کیا جواب
مجھ سے جس پل یہ سوالِ گنبد خضریٰ ہوا
در کھلے ہیں مجھ پہ خالد آپ کے انوار کے
جب سے وقفِ ماہ و سالِ گنبد خضریٰ ہوا